ZAUQ-E-TAHQEEQ
www.Zauq-e-Tahqeeq.com
editor@zauq-e-tahqeeq.com
ISSN PRINT: 2789-8776
ISSN ONLINE:2789-8784
Volume.7,Issue No.3 (2025)
(July to September)

ویسٹ لینڈ کے ایک اُردو ترجمے "اجڑا دیار" (از رفیق خاور) کا تجزیاتی مطالعہ

Analytical study of Urdu Translation of the Waste Land Entitled "Ujra Diyar" by Rafiq Khawar

ڈاکٹر طیبہ نگہت
اسسٹنٹ پروفیسر، گورنمنٹ کالج ویمن یونیورسٹی، فیصل آباد
مریم رمضان
وزیٹنگ لیکچرار، گورنمنٹ گریجوایٹ کالج، شاہ کوٹ

Dr. Tayyaba Nighat
Assistant Professor, Department of Urdu, Government College Women University, Faisalabad
Maryam Ramzan
Visiting Lecturer, Department of Urdu, Government Graduate College, Shahkot

Abstract:
T.S. Eliot's poem The Waste Land is a landmark work of twentieth-century poetry that symbolically depicts the spiritual, cultural and intellectual crisis following World War I. In this complex and lengthy poem, Eliot employs various religious, philosophical and literary allusions to express the post-war social and spiritual void. This study provides a detailed analysis of Rafiq Khawar's Urdu translation Ujra Diar, which uniquely presents the meaning and structure of Eliot's poem to the Urdu-speaking audience. Khawar's translation places special emphasis on multilingual vocabulary, cultural references and symbolic characterizations, making the poem's complex themes more accessible to Urdu readers. The paper highlights the poem's language, intertextuality, cultural Synthesis and existential anxiety, while also discussing the artistic and literary qualities of Khawar's translation along with some critical perspectives. Ultimately, Rafiq Khawar's translation is regarded as a significant effort to promote modernism in Urdu literature and to establish a connection with global literary traditions.

Keywords: T. S. Eliot, The Waste Land, Ujra Dayar, Rafiq Khawar, Urdu Translation, Symbolism, Spiritual Decay, Cultural Crisis, Modernism

ٹی ایس ایلیٹ کی نظم دی ویسٹ لینڈ بیسویں صدی کی معروف ترین نظموں میں شمار کی جاتی ہے یہ شہرہ افاق نظم ۱۹۲۲ء میں شائع ہوئی نظم محض ایک شاعری نہیں ہے بلکہ یہ بیسویں صدی کے فکری روحانی اور ثقافتی بحران کی ایک علامتی تصویر پیش کرتی ہے دی ویسٹ لینڈ پہلی جنگ عظیم کے بعد لکھی گئی جب دنیا بالخصوص یورپ میں شدید تباہی اقتصادی مشکلات اور ثقافتی زوال کا سامنا تھا ایلیٹ نے اس نظم کے ذریعے جنگ کے بعد کے سماجی اور روحانی خلا کی عکاسی کی ہے یہ طویل نظم زوال نا امیدی اور روحانی انحطاط جیسے موضوعات کو زیر بحث لاتی ہے ایلیٹ نے اس نظم کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا, The Burial of death, A Game of chess

The Fire sermon, Death by water, What the thunder said, ۱۱اس نظم میں بائبل شیکسپیئر سینٹ آگسٹین ہندو اور بدھ مت کی مقدس کتابوں اور مختلف زبانوں انگریزی، جرمن سنسکرت، فرانسیسی شاعری اور آرثرین افسانوی کہانیوں کو ادبی حوالوں کے طور پر استعمال کیا ہے مختلف مترجمین نے اس نظم کا ترجمہ کیا جن میں ڈاکٹر انیس ناگی، عزیز احمد، ڈاکٹر محمد خاں اشرف، رفیق خاور اور سید سراج الدین کے نام قابل ذکر ہیں انہوں نے مختلف عنوان کے نام سے دی ویسٹ لینڈ کا ترجمہ کیا رفیق خاور نے اجڑا دیار کے عنوان سے دی ویسٹ لینڈ لینڈ کا ترجمہ کیا- رفیق خاور پاکستان سے تعلق رکھنے والے اُردو زبان کے ممتاز شاعر، نقاد، محقق، مترجم اور ماہر لسانیات تھے۔ رفیق خاور کو مختلف زبانوں پر عبور حاصل تھا۔ جس کی وجہ سے انہیں ترجمے میں آسانی ہوئی۔ ان کی زندگی میں شائع ہونے والے ہر انٹرویو اور ان کی موت کے بعد چھپنے والے ہر تعزیتی مضمون میں ان کے تراجم کا تذکرہ ملتا ہے۔ اس حوالے سے احمد ندیم قاسمی نے لکھا:

> "اقبال کے فارسی کلام کے منظوم اُردو تراجم کے سلسلے میں انھوں نے بڑی شہرت پائی۔"(۱)

نصر اللہ خاں کی رائے میں:

> "علامہ اقبال کے جاوید نامے کا انھوں نے منظوم ترجمہ کیا اور شکوہ جواب شکوہ کا ترجمہ انگریزی زبان میں کیا۔ رفیق خاور سے پہلے روزنامہ ڈان کے سابق ایڈیٹر الطاف حسین مرحوم بھی اس کا انگریزی میں ترجمہ کر چکے تھے لیکن رفیق خاور مرحوم کا ترجمہ کسی حیثیت میں کم نہیں ہے۔ رفیق خاور نے وارث شاہ کی شاعری کا بھی منظوم ترجمہ کیا ہے۔"(۲)

رفیق خاور نے ٹی ایس ایلیٹ کی نظم "دی ویسٹ لینڈ" کا ترجمہ "اجڑا دیار" کے عنوان سے کیا۔ ان کا یہ ترجمہ "ادب" کراچی کا شمارہ ہے۔ اس میں شائع ہوا۔ رفیق خاور نے ترجمے کے دوران ہندی الفاظ اور فارسی لغت کا بھی استعمال کیا ہے۔ نظم کی رنگارنگی قدرتی زبانوں پر منعکس ہوتی ہے جس طرح کوائف و کردار، مشاہدات اور تجربات اور مواقع و محل متفرق و متنوع ہیں۔ زمان و مکان، قدیم و جدید تمام انسانیت کے وسیع کینوس پر محیط۔ اسی طرح زبانیں بھی گوناگوں ہیں تاکہ وہ جدید ماحول کی مرکب وضع کی کماحقہ عکاسی کر سکیں۔ اسی لیے ہمیں دی ویسٹ لینڈ میں کہیں جرمن، کہیں لاطینی، کہیں سنسکرت، کہیں اطالوی اور انگریزی زبان دکھائی دیتی ہے۔ جس سے عالمی فضا رونما ہوتی ہے۔ ویسٹ لینڈ کی تکنیک ابتدائی روسی فلموں کی طرح ہے جس میں متعدد شارٹ یا جھلکیاں پیش کی جاتی ہیں اور جب ان کو ملا دیا جاتا ہے تو ایک سلسلہ نمودار ہوتا ہے تو ملا کر دیکھنے سے وحدت نمایاں ہوتی ہے تو اس قسم کی شاعری میں تجانس (Integration) کو دخل ہے۔ اس نظم میں ایک فرد کا اجڑا دیار تمام انسانوں کا اجڑا دیار بن گیا ہے۔ باطن خارج کی صورت میں آشکار ہے۔ ویسٹ لینڈ ایک دور کی روحانی خرابیوں کی تشخیص نہیں بلکہ یہ انسان کی جبلی زبوں فطرت کا ماتم بھی ہے۔ نظم میں کوئی پلاٹ نہیں ہے۔ اس کی وحدت ہی اس کی تنظیم کی رہین منت ہے۔ جو موسیقی کا خلاصہ ہے۔

ٹی ایس ایلیٹ نے نظم سے پہلے ایک Epigraph شامل ہے جو انھوں نے رومی ادیب Petronius کی کتاب باب ۴۸ "Satyrican" سے لیا ہے جسے رفیق خاور نے اُردو اور فارسی میں ترجمہ کیا ہے۔ یہ اقتباس علامتی طور پر جدید دنیا کی روحانی و اخلاقی زوال کی طرف اشارہ کرتا ہے:

بہ چشمانِ خود دیدم اورا
یکے پیر زن نامدارے
ہماں سیبلی از کیوما
بہ یک شیشہ آویختہ جاودانہ
چو گرویدگانش بپرسیدند اورا
بگو تا چہ در سینہ داری ہوائے
بگفتا کہ "مردن!"
میں نے اُسے خود اپنی آنکھ سے دیکھا
سکل جگ جانی
شیشی میں آویزاں
اس کے سیوکوں نے جب اس سے پوچھا
تم کیا چاہتی ہو۔۔۔؟
اس نے کہا "مرنا! مرنا!"

سیبلی ایک مشہور بوڑھی عورت جو "کیوما" کی تھی۔ وہ ایک شیشی میں معلق تھی۔ گویا زندگی میں قید ہو چکی ہو۔ جب اس کے پیروکاروں نے پوچھا کہ تمہاری خواہش کیا ہے؟ تو اس نے ایک لفظ کہا مرنا۔ سیبلی کا واقعہ اس نظم کی تمہید کے طور پر اس لیے شامل کیا گیا کہ جدید انسان کے روحانی زوال، بے سمتی اور بوجھل زندگی کی علامت ہے۔ سیبلی کی خواہش مرنا دراصل انسان کی اس باطنی تھکن اور بے معنویت کی نمائندہ ہے۔ انھوں نے اس اقتباس کو اُردو اور فارسی میں اس طرح پیش کیا کہ قاری بہتر طریقے سے نظم کے مرکزی خیالات، جیسے روحانی قحط، جنسی بے راہ روی اور تہذیبی بحران کو بہتر سمجھ سکتا ہے۔ انھوں نے سیبلی کے حوالے سے یہ بتایا کہ صرف لمبی زندگی کافی نہیں بلکہ بامقصد زندگی ضروری ہے۔ جب مقصد، روحانیت اور تعلق مٹ جائے تو انسان محض سانس لینے والا وجود بن جاتا ہے۔ جو مرنے کو جینے پر ترجیح دیتا ہے۔ نظم پانچ حصوں پر مشتمل ہے پہلے حصے The Burial of the Death کا ترجمہ انھوں نے "تدفین" کے نام سے کیا ہے۔ ہر حصہ اجزا تلازمہ خیال یا موازنوں سے مربوط ہے یا ان میں سرے سے کوئی رابطہ نہیں۔ سرسری نظر سے دیکھا جائے تو نظم بالکل بے ربط معلوم ہو گی، ایک اچنبھا۔ ہم اس کا مفہوم سمجھیں یا نہ سمجھیں اس کے اجزائے ترکیبی کی خوبصورتی اور توانائی سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ پہلے حصے کا آغاز ان الفاظ سے شروع ہوتا ہے۔

"کتنی ستم آرا ہے بہار
مردہ زمیں کے سینے سے لالے کے پھول اُگاتی ہے
دل میں بھولی بسری یادیں اور تمنائیں جاگ اُٹھتی ہیں" (۳)

اس میں بہار یعنی زندگی کی سرسبزی و شادابی کی بجائے خزاں کا بنجر پن ہے۔ شہری لوگوں کی عامیانہ گفتگو روحانی بانجھ پن کی علامت ہے۔ محبت اور دانش و حکمت کے زوال کو متعدد حوالوں سے پیش کیا گیا ہے۔ انسانی زندگی کی پیچیدگی، جذباتی تضادات اور

معاشرتی و فکری مسائل کو بیان کیا گیا ہے۔ نظم میں مختلف زبانوں کے الفاظ اور اصطلاحات شامل ہیں جیسے عربی، فارسی، روسی، جرمن اور فارسی کی ملی جلی زبانیں مثلاً:

۱۔ ماانابالروسی انامن التوانیۃ انا المانیۃ خاصۃ

۲۔ نسیم تازہ می وزدو گر سوئے دیار ما

۳۔ شریمتی جنتر منتر

یہ مختلف لسانی رنگ و بو اس نظم کو عالمی ثقافتوں کی آئینہ دار بناتے ہیں۔ جو شاعر کی کثیر الثقافتی واقفیت اور زبانوں کے امتزاج کی نمائندگی کرتے ہیں۔ رفیق خاور کے ترجمے میں کردار نگاری نہایت باریک بینی اور علامتی پیرائے میں کی گئی ہے۔ جو نہ صرف اصل نظم "دی ویسٹ لینڈ" کے مذہبی، فلسفیانہ اور ثقافتی حوالوں کو منتقل کرتی ہے بلکہ اُردو قاری کے لیے ان کرداروں کو قابل فہم بنانے میں بھی معاون ہے۔ نظم کا مرکزی کردار وہ شخص ہے۔ جو بارش بچپن، یادداشتوں اور موجودہ زمانے کے درمیان مسلسل سفر کر رہا ہے۔ اس کا ذہن خواب، خوف، تنہائی، جنگ اور محبت، موت، روحانیت کے کئی مناظر سے گزرتا ہے۔ وہ قاری کو کبھی لتھوانی لڑکی کے ذریعے جنگی یادداشتوں میں لے جاتا ہے اور کبھی سولی چڑھا انسان جیسے مظلوم کردار کے ذریعے اذیت اور قربانی کی علامت پیش کرتا ہے۔ اتم دیوی شریمتی کا کردار ایک مذہبی اور روحانی علامت کے طور پر سامنے آتا ہے جو جنتر منتر کی ماہر ہے جو خود بیمار اور لاچار ہے۔ اس کی باتوں میں دنیاوی دانش اور روحانی تضادات کا عکس موجود ہے۔ وہ عقل کی دیوی کہلاتی ہے مگر نزلے سے پریشان ہے۔ یہ سائنسی ترقی اور انسانی بے بسی کی طنزیہ تصویر ہے۔ رفیق خاور لکھتے ہیں:

> "غیب کے دل کے بھید بتانے والی اتم دیوی شریمتی جنتر منتر کا، نزلے سے گو حال برا تھا
> اور وہ اس سے بری طرح لاچار تھی، اک برسوں کی روگن پھر بھی وہ دنیا بھر میں عقل کی
> دیوی کہلاتی تھی۔"(۳)

لتھوانی لڑکی نظم میں ماضی کی یاد اور نسوانی معصومیت کی علامت ہے۔ یہ کردار محض ذاتی یادوں کی نمائندگی نہیں بلکہ عالمی سطح پر بربادی، جنگ اور انسانی جذبات کی علامت ہے۔ اس کے الفاظ میں روسی نہیں، میں لتھوانیہ سے ہوں اس کی شناخت اور جغرافیائی تاریخ کو واضح کرتے ہیں جو اس نظم میں اجنبی پن اور ثقافتی دوریوں کی عکاسی کرتا ہے۔ اس کردار کی یادیں نظم میں بچپن کی خوبصورتی اور جنگ کی خوفناک حقیقت کے تضاد کو نمایاں کرتی ہیں۔ رفیق خاور رقم طراز ہیں:

> "میں روسی نہیں، میں لتھوانیہ سے آئی ہوں۔۔۔ خالص جرمن۔"(۴)

رفیق خاور کے ترجمے میں کردار نگاری شطرنج کا کھیل میں ایک نہایت موثر اور فنکارانہ انداز میں سامنے آتی ہے۔ شطرنج کا کھیل میں جدید انسانی زندگی کی الجھنیں، ذہنی انتشار، شخصی زوال، معاشرتی انتشار کو کرداروں کی ذہنی کیفیت اور باہمی مکالمے کے ذریعے اجاگر کیا گیا ہے رفیق خاور نے وعظ آتش میں کردار نگاری نہایت ثقافتی، علامتی اور نفسیاتی سطح پر کی ہے۔ مزار آب میں کردار نگاری ایک علامتی اور تہذیبی جہت کے ساتھ سامنے آتی ہے۔ رفیق خاور کے ترجمے ندائے برق میں کردار نگاری ایک علامتی، تمثیلی اور ثقافتی انداز میں کی گئی ہے جو ایلیٹ کی نظم میں پیچیدہ اور کثیر الجہات کرداروں کو اُردو تہذیب کے تناظر میں پیش کرتی ہے دکھ کی ماری عورت یہ کردار تاریخ، تہذیب اور محبت کی شکست خوردگی کا استعارہ ہے۔ رفیق خاور لکھتے ہیں:

"ایک دکھ کی ماری عورت، اس نے اپنے لمبے لمبے کالے کالے بال
نوچے۔۔۔"(۵)

ترجمہ میں اُردو، ہندی، فارسی، عربی، فارسی، سنسکرت الفاظ کا استعمال کیا ہے جو اس کے بین الثقافتی اور بین المتونی (Intertectual) اسلوب کو ظاہر کرتے ہیں۔ "ماانابالروسی، انامن التوانیہ، انالمانیۃ خاصۃ

یہ جملے زبان، قومیت اور شناخت کے حوالے سے فرد کی داخلی کشمکش کی نمائندگی کرتے ہیں۔ ان میں نہ صرف لسانی تنوع ہے بلکہ تہذیبی شناخت کی گمشدگی بھی ظاہر ہوتی ہے جیسا کہ جدید دور میں انسان مختلف شناختوں کے مابین بکھرا ہوا ہے۔ ایلیٹ بھی مختلف زبانوں (جرمن، سنسکرت، فرانسیسی) کے ذریعے قاری کو مختلف تہذیبوں تک جھونک دیتا ہے۔ رفیق خاور کئی مقامات پر فارسی اور ترک الفاظ کو ملا کر بھی لکھتے ہیں:

"نسیم تازہ وزد
وگر سوئے دیارما
کجائی تو؟ کجا؟ کجا؟
نگارما، نگارما!
ایاترک یارما!"(۶)

پہلے جملے میں فارسی کا جمالیاتی نظام شامل ہے۔ جہاں "نسیم" بہار، روحانی تازگی اور راحت کی علامت ہے اور دوسرے جملے فارسی کلاسیکی عاشقانہ شاعری کے اسلوب میں ہیں جو جدائی، بے قراری اور محبوب کی گمشدگی کو ظاہر کرتے ہیں۔ غیب، محیط، سولی، اشجار، خویش افگن یہ سب عربی کے الفاظ ہیں جن سے مابعد الطبیعاتی اور صوفیانہ فضا بنتی ہے۔ غیب اور محیط جیسی اصطلاحات کائناتی اسرار کی نمائندہ ہیں۔ رفیق خاور لکھتے ہیں:

"وہاں مجھے اک ایسا شخص ملا جس کو میں جانتا تھا میں نے اسے ٹھہرا کے پکارا
"خویش افگن"۔"(۷)

یہ نظم صرف ایک شعری تجربہ نہیں ہے بلکہ ایک تہذیبی تنقید بھی ہے۔ زبانوں کا یہ ملاپ انسان کی کھوئی ہوئی شناخت، بکھرتی تہذیب اور وجودی بحران کو ظاہر کرتا ہے۔ لسانی تنوع کے ذریعے شاعر قاری کو مختلف تہذیبی فضاؤں میں لے جاتا ہے۔ رفیق خاور رقم طراز ہیں:

"مٹھی بھر مٹی میں خوف کا بھیانک بھوت۔"(۸)

"بھوت" (روح ر ڈراؤنی چیز) ہندومت اور عوامی عقائد میں کثرت سے پایا جانے والا تصور ہے۔ "مٹھی بھر مٹی" میں "بھیانک بھوت" کی موجودگی زندگی وموت کے درمیان انسان شعور کے ڈر کی علامت ہے۔ رفیق خاور رقم طراز ہیں:

"غیب کے دل کے بھید بتانے والی اُتم دیوی۔"(۹)

"اتم دیوی" ہندوستانی عقائد کی روحانی قوتوں کا حوالہ ہے جو نظر نہ آنے والے حقائق تک رسائی رکھتی ہیں۔ یہ نسوانی روحانی طاقت Oracle یا Prophetess کے مغربی تصور سے ملتی جلتی ہے۔

"کیا یہ شہر ہے؟۔۔۔ پرچھائیں ہی پرچھائیں۔"(۱۰)

اس سے واضح ہوتا ہے کہ وہ جدید شہری زندگی کی بے روح اور غیر انسانی فضا پر ایک تنقید ہے۔ ''پر چھائیں'' کا بار بار استعمال Eliot کے "Unreal City" (غیر حقیقی شہر) کی بازگشت ہے جہاں لوگ مشینی انداز میں زندگی گزار رہے ہیں۔ رفیق خاور کا ترجمہ تخلیقی اور تجرباتی ہے جس میں اُردو تہذیب کی جھلک نمایاں ہے مگر کبھی کبھار اس کی تبدیلیاں اصل متن کے مفہوم کو دھندلا دیتی ہیں۔ رفیق خاور نے ہندی کے بہت سے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ ڈاکٹر طلعت عباسی رقم طراز ہیں:

> ''رفیق خاور کے ترجمے میں بعض مقامات پر نظم کی پیچیدگی اور زبان کی کثرت سے قاری کا تعلق منقطع ہو سکتا ہے لیکن مجموعی طور پر یہ ترجمہ اُردو ادب میں ماڈرن ازم کے لیے ایک لازمی اور اہم کوشش ہے۔ انھوں نے ترجمہ کو اُردو میں بین الاقوامی ادب کے ساتھ جوڑنے کا ذریعہ قرار دیا۔''(۱۱)

رفیق خاور نے A Game of Chess کا ترجمہ شطرنج کا کھیل کے نام سے کیا۔ قد آدم آئینہ، طلائی کیوپڈ، تخت فروزاں جیسے الفاظ شاہانہ پُر اسرار اور مغربی تہذیب سے متاثر ماحول کو ظاہر کرتے ہیں۔ ''متوالے پن''، ''لعل و جواہر''، ''زہرہ جبیں'' جیسے الفاظ مشرقی تہذیب کی کلاسیکی جمالیات کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ شطرنج کا لفظ انھوں نے انسانی تعلقات کی چالاکیوں اور تضادات کی علامت کے طور پر استعمال کیا ہے رفیق خاور لکھتے ہیں:

> ''وہ وقت جب کہ مقام کی گھڑی جلد جلد گھر پہنچنے کے لیے تیز گام ہوتی ہے
> اور ناخداؤں کو سمندروں سے گھر لاتی ہے
> ٹائپ کرنے والی لڑکی گھر کو لوٹتی ہے
> چائے پیتی، ناشتہ بناتی اور اسٹوو کو جلاتی۔''(۱۲)

یہ ایک آزاد نظم ہے۔ رفیق خاور نے محض لغوی ترجمہ نہیں کیا بلکہ ایلیٹ کی نظم ویسٹ لینڈ کی روح کو اُردو میں منتقل کیا ہے۔ رفیق خاور نے کئی مقامات پر محاوراتی انداز اختیار کیا ہے تاکہ اُردو قاری نظم سے جڑ سکے مثلاً ''کسی ستم آرا ہے بہار''(۱۳) یہ نہ صرف ترجمہ ہے۔ بلکہ اُردو تہذیب سے بھی ہم آہنگ ہیں۔ رفیق خاور نے اُردو، فرانسیسی، انگریزی، ہندی، سنسکرت، عربی الفاظ کا استعمال کیا۔ انھوں نے مشرقی ثقافت، اساطیر اور کلاسیکی اُردو ادب سے جڑے ہوئے الفاظ، محاورے، استعارے شامل کیے جیسے مجنوں، نواب معظم ''رات کو خواب میں میری ہتھیلی گرم ہوئی'' یہ اُردو قاری کے لیے مانوس پس منظر پیدا کرتے ہیں۔ اصل نظم کی طرح خاور کا اسلوب بھی علامتی اور تاثیر خیز ہے۔ وہ منظر نہیں بیان کرتے بلکہ احساس کی فضا قائم کرتے ہیں۔ رفیق خاور کے ترجمے میں نثری اور شعری انداز کا ملاپ ہے۔ رفیق خاور نے شعری بہاؤ کو اُردو کے عروضی نظام سے قریب رکھا ہے۔ اگرچہ یہ مکمل طور پر بحر میں نہیں لیکن روانی رکھتی ہے۔

رفیق خاور کا ترجمہ تخلیقی اور تجزیاتی ہے جس میں اُردو تہذیب کی جھلک نمایاں ہے مگر کبھی کبھار اس کی تبدیلیاں اصل متن کے مفہوم کو دھندلا کر دیتی ہیں۔ انھوں نے اصل نظم کے مغربی حوالہ جات کو اُردو قارئین کے لیے مانوس ثقافتی سیاق میں ڈھالنے کی کوشش کی ہے جیسے: کٹھیا واڑ (Cortrage)، جمنا (Thames)، چتوڑ (Mylae) یہ تبدیلیاں نظم کو اُردو تہذیب کے قریب تو لاتی ہے مگر کچھ نقادوں کے مطابق اس سے نظم کا اصل تاریخی و ثقافتی تناظر مجروح ہوتا ہے۔ رفیق خاور نے نظم کی پیچیدہ علامتوں اور

استعاروں کو اُردو کے ادبی ذوق کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کی۔ ڈاکٹر صدیق جاوید اپنی کتاب میں رفیق خاور کے ترجمے کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"مترجم کے فارسی لغت اور ہندی الفاظ کے استعمال نے یہ خراب کر دیا ہے۔"(۱۳)

رفیق خاور کے خیال میں ایک انسان کا اجڑا دیار تمام انسانیت کا اجڑا دیار ہے۔ نظم کی رنگا رنگی قدرتی طور پر مختلف زبانوں پر منعکس ہے۔ جیسے کوائف و کردار مشاہدات اور تجربات متفرق و متنوع ہیں۔ اسی طرح مختلف زبانیں گوناگوں ہیں۔ دی ویسٹ لینڈ میں بدھ مت، بائبل، ہندومت اور شیکسپیئر کے متعدد حوالہ جات ملتے ہیں۔ مترجم نے کہیں کہیں قاری کی ذہنی سطح اور تہذیبی ورثے کو سامنے رکھتے ہوئے مقامی تشبیہات شامل کی ہیں۔ مترجم نے علامتوں کو اُردو کے لسانی اور ثقافتی مزاج کے مطابق پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ ترجمہ اصل نظم کے روحانی اور فکری ارتعاش کو برقرار رکھتے ہوئے اُردو تہذیب کے رنگوں میں ظاہر ہوتا ہے۔ اور تہذیبی سطح پر اُردو قارئین کو اپنے ورثے سے جوڑتا ہے۔ رفیق خاور کے اس ترجمے میں بھرپور تصویریت موجود ہے۔ مثلاً سوکھے سڑے اشجار، بارش کا برسنا، سوکھی جڑوں کو زندگی دینا وغیرہ جو قاری کے ذہن میں ایک مکمل تصویری منظر پیدا کرتی ہے۔ ترجمے میں پھول اور لالے سے قدرتی طور پر ذہن غالب کے لالہ و گل کی طرف منتقل ہوتا ہے۔ ترجمے میں بہار زندگی کی سرسبزی اور شادابی کی بجائے خزاں کا بنجر پن ہے۔ شطرنج کے کھیل میں بے صرفہ مشاغل میں انہماک کی طرف واضح اشارہ ہے اور حوالوں سے اظہار میں شدت اور چونکا دینے والی کیفیت پیدا کی گئی ہے۔ اور ساتھ ہی عورتوں کے تباہ کن اثر کی جھلکیاں نمایاں کی گئی ہیں۔ جس کا نمونہ دو عورتوں کی زندگی ہے۔ ایک عیاشیانہ اور دوسری پست اور دونوں عورتوں کا پیرایہ بھی مختلف ہے۔ تیسرے حصے میں کراہٹ کا لہجہ زیادہ محسوس ہوتا ہے اور بدھ مت کے اپدیش کی یاد دلاتی ہے۔ فونیقی ملاح ہمیں شانتی یعنی سکون قلب کی راہ دکھاتا ہے۔ رفیق خاور پانی کو آب حیات کہتے ہیں۔ پانی کے بغیر انسان کی کوئی زندگی نہیں۔ اگر پانی نہیں کہیں تو مٹی بانجھ ہے۔ نظم میں استعارے اور تشبیہات نہ صرف جمالیاتی حسن پیدا کرتے ہیں بلکہ نظم کے معنوی پہلو کو بھی وسعت ملتی ہے۔ رفیق خاور نے منظوم ترجمہ کیا۔ کئی مقامات پر اپنے ذاتی احساسات کو شامل کیا۔

انھوں نے ہندوستانی و مشرقی تہذیب کے حوالوں کو شامل کیا۔ ان کے ترجمہ میں کئی مقامات پر مشرقی لہجہ جھلکتا ہے۔ (جیسے عارفہ مریم، نواب معظم اور بیڑیاں پان سگریٹ وغیرہ) اُردو قارئین اس سے ایک طرح کی ثقافتی مانوسیت محسوس کرتے ہیں۔ مترجم نے مختلف منظروں، کرداروں اور جذبات کو بہترین طریقے سے پیش کیا ہے۔ انھوں نے اصل متن کو برقرار رکھنے کی کوشش کی ہے۔ کئی مقامات پر تراکیب اور موثر محاورے استعمال کیے ہیں۔

"خوف کا بھیانک بھوت۔"(۱۴)

یہ نظم علامتوں سے بھری پڑی ہے۔ مختلف زبانوں کے الفاظ و اصطلاحات شامل کر کے مترجم نے اسلوب کو عالمی سطح پر وسعت دی ہے۔ جگہ جگہ پر انی تہذیبوں (جرمن، لتھوانیہ اور فونیقیہ) کا ذکر کیا ہے۔ انھوں نے کوئی روایتی بحر یا قافیہ بندی نہیں کی بلکہ انھوں نے آزاد نظم کی تکنیک کا استعمال کیا ہے۔ بند یا مصرعوں کی لمبائی الگ ہے۔ نظم میں کچھ الفاظ اور جملے بار بار آتے ہیں۔

"جلدی کرو اب وقت ہوا جاتا ہے۔"(۱۵)

رفیق خاور نے علامت کے ذریعے نفسیاتی، تہذیبی اور تاریخی سطحوں کو مربوط کیا ہے۔ اسلوب میں وقفہ، خاموشی اور توقف نظم کے نفسیاتی پہلو کو اجاگر کرتے ہیں۔

"ذہن میں کچھ بھی نہیں۔۔۔خالی پن!" (۱۶)

رفیق خاور کا یہ ترجمہ ایک بین الاقوامی ثقافتی تجربے یادوں کی گونج، داخلی خوف اور دورِ جدید کی تنہائی کا پر اثر استعارہ بن کر سامنے آتا ہے۔ کچھ حصے طویل اور ابہام زدہ ہیں۔ کئی مقامات پر مترجم نے ہندی اور فارسی کے مشکل الفاظ استعمال کر کے اُردو قاری کو الجھن میں ڈال دیتے ہیں۔ انھوں نے نظم کے آخر میں حواشی بھی شامل کی جس کی انھوں نے وضاحت بھی پیش کی۔

حوالہ جات

۱۔ احمد ندیم قاسمی، فنون، لاہور، بابت: جون جولائی ۱۹۹۰ء، ص:۱۳

۲۔ نصر اللہ خان، ادب اور صحافت میں پت جھڑ کا موسم، مطبوعہ روزنامہ جنگ، کراچی، مورخہ ۲۳ مئی ۱۹۹۰ء

۳۔ خاور رفیق، دی ویسٹ لینڈ، تعارف اور تراجم، مرتبہ: ڈاکٹر صدیق جاوید، لاہور: مغربی پاکستان اُردو اکیڈمی، ۲۰۱۲ء، ص:۵۹

۴۔ ایضاً، ص:۱۶۲

۵۔ ایضاً، ص:۶۰

۶۔ ایضاً، ص:۸۱

۷۔ ایضاً، ص:۶۱

۸۔ ایضاً، ص:۶۳

۹۔ ایضاً، ص:۶۱

۱۰۔ ایضاً، ص:۶۲

۱۱۔ ایضاً، ص:۶۳

۱۲۔ طلعت عباسی، ڈاکٹر، اُردو ادب میں ماڈرن ازم، اسلام آباد: ۲۰۱۴ء، ص:۸۸۔۹۵

۱۳۔ خاور رفیق، دی ویسٹ لینڈ، تعارف اور تراجم، مرتبہ: ڈاکٹر صدیق جاوید، ص:۷۲

۱۴۔ صدیق جاوید، ڈاکٹر، دی ویسٹ لینڈ، تعارف اور اُردو تراجم، ص:۱۰

۱۵۔ خاور رفیق، دی ویسٹ لینڈ، تعارف اور تراجم، مرتبہ: ڈاکٹر صدیق جاوید، ص:۶۱

۱۶۔ ایضاً

References in Roman Script:

1. Ahmed Nadeem Qasmi, Fanon, Lahore, Babat, June-July 1990, P.13
2. Nasrullah Khan, Adab aur Sahafat ma Pat Jhar ka Mosam, Matboa Jang Newspaper, Karachi, May 23, 1990
3. Khawar Rafiq, The Wasteland, Introduction and Translations, Edited by Dr. Siddique Javed, Lahore: Maghrabi Pakistan Urdu Academy, 2012, P.59
4. Ibid, P.162
5. Ibid, P.60
6. Ibid, P.81
7. Ibid, P.61

8. Ibid, P.63
9. Ibid, P.61
10. Ibid, P.62
11. Ibid, P.63
12. Talat Abbasi, Dr., Urdu ma Modernism, Islamabad: 2014, P.88-95
13. Khawar Rafiq, The Wasteland, Introduction and Translations, Edited by Dr. Siddiq Javed, P.72
14. Siddiq Javed, Dr., The Wasteland, Introduction and Urdu Translations, P.10
15. Khawar Rafiq, The Wasteland, Introduction and Translations, Edited by Dr. Siddiq Javed, P.61
16. Ibid